پاکستان کے تمام مسائل کی جڑ

موجودہ کرپٹ

نظام انتخاب

پاکستان عوامی تحریک

365۔ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبر: 0423-5170936

info@nizambadlo.com www.nizambadlo.com

اہلِ وطن خواتین و حضرات!

آپ میں سے ہر فرد اس حقیقت کو بخوبی جانتا ہے کہ اسلامیانِ ہند نے جان و مال اور عزت و آبرو کی کتنی قربانیاں دے کر یہ ملکِ پاکستان حاصل کیا تھا۔ علامہ اقبالؒ کی فکری کاوشوں اور قائدِ اعظمؒ کی قائدانہ عملی جدوجہد سمیت برصغیر کے ہزاروں علماء، مشائخ، خواتین، طلباء، اور عام لوگوں کی کئی عشروں پر مشتمل تحریک کے نتیجے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں یہ خطہ پاک عطا کیا تھا۔ لاکھوں لوگ رزقِ خاک ہوئے، مسلم کمیونٹی نے اپنی جائیدادیں، مال اسباب اور جانیں عظیم مشن کے سامنے رکھ کر قربان کر دیں وہ یہ تھا کہ ہماری آئندہ نسلیں آزاد اور ترقی یافتہ فلاحی اسلامی معاشرے میں پر سکون زندگی گزار سکیں۔ لیکن افسوس .... کہ یہ خواب محض خواب ہی رہے۔ پاکستان کی صورت میں 1947ء میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عالمِ اسلام کی سب سے بڑی آزاد ریاست کی نعمت سے نوازا مگر قائدِ اعظمؒ کی بے وقت وفات نے ان کے پاکستان کو جاگیرداروں، وڈیروں، لٹیروں، سرمایہ داروں، مفاد پرست سیاست دانوں اور فوجی ڈکٹیٹروں کے دستِ تسلط میں گروی رکھ دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا نظام قائم ہو گیا جس کے تحت اسلامی جمہوری ریاست کے خدوخال آغاز سفر میں ہی دھندلا گئے۔ وہ لوگ عنانِ حکومت پر قابض ہو گئے جو اس ساری خون آشام جدوجہدِ آزادی میں شریک ہی نہیں تھے۔ چنانچہ اس قبضہ گروپ نے نوزائیدہ ملک کو نوچنا شروع کیا اور ٹھیک 25 سال بعد اسے دولخت کر دیا۔

بچے کھچے پاکستان کو گزشتہ 38 برسوں سے باری باری اسی ظالمانہ اور باطل پرست نظام کے زیرِ سایہ سیاسی طالع آزماؤں اور فوجی ڈکٹیٹروں نے تختۂ مشق بنایا ہوا ہے۔ اس دوران ان ہوس پرست طبقات میں عدلیہ، انتظامیہ کی چند کالی بھیڑوں سمیت بعض موقع پرست سیاسی اور مذہبی قائدین بھی شامل اقتدار ہوتے رہے۔ لیکن اس پورے عرصہ میں جو طبقہ مکمل طور پر نظر انداز ہوا وہ اس ملک کے سفید پوش اور غریب عوام تھے۔ انہی ناگفتہ بہ حالات کو دیکھتے ہوئے پاکستان عوامی تحریک کے بانی قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 1989 میں اپنے انقلابی منشور کا

اعلان کیا اور کارزارِ سیاست میں اترے۔ 1990 کے عام انتخابات میں پورے ملک سے امید وار نامزد کئے گئے لیکن عوام اس وقت کے دو بڑے روایتی سیاسی گروہوں میں ہی تقسیم رہے۔ بعد ازاں دوبارہ توانائیاں جمع کر کے 2002ء کے الیکشن میں حصہ لیا اور قائدِ تحریک ایک حلقے سے منتخب ہو کر اسمبلی میں بھی چلے گئے مگر جلد ہی بے اختیار اور بے وقعت اسمبلی کی رکنیت کو خیر آباد کہہ دیا۔ وجہ یہی تھی کہ اس غیر عادلانہ، غیر فطری اور غیر عوامی نظام کی کوکھ سے جنم لینے والی پارلیمنٹ کی حیثیت ربڑ اسٹیمپ سے زیادہ نہیں تھی۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ آپ کا وہ فیصلہ برحق اور بروقت تھا۔

ہر دفعہ پارلیمنٹ پر اٹھنے والے اربوں روپے کے اخراجات غیر معمولی لیکن اس پارلیمنٹ کے ذریعے ملک اور عوام کو کیا فائدہ ہوا؟ آیئے اس کا ایک سرسری جائزہ لیتے ہیں۔ پاکستان کو درپیش حقیقی مسائل مثلاً معیشت،، معاشرت، تعلیم صحت کے اداروں کی بہتری، کرپشن، لوٹ مار، طبقاتی تقسیم، صوبائی، لسانی اور مذہبی منافرت جیسے بنیادی مسائل کو ختم کرنے کے لئے کوئی قانون سازی نہیں کی گئی ہے۔قوم پر قبل ازیں غیر ملکی مالیاتی اداروں کا قرض 32 ارب ڈالر تھا اب وہ بڑھ کر **100 ارب ڈالر ہو گیا ہے**۔ مہنگائی جو کئی سو گنا بڑھ گئی ہے اس کی روک تھام کے لیے نہ صرف کوئی قدم اٹھایا گیا بلکہ پارلیمنٹ اور کابینہ کے فاضل ممبران براہ راست چینی، آٹے چاول، گھی، پٹرول، آلو اور پیاز جیسے بحرانوں کا سبب بنتے رہے۔ ہر حکومت کے دوران پاکستان کی سرحدوں پر غیر ملکی مداخلت بڑھی، کشمیر اور افغانستان پالیسی میں یوٹرن لیا گیا۔صوبائیت اور برادری ازم کے منفی جراثیم میں اضافہ ہوا،

سیاسی پنڈتوں نے کرپشن کا بازار گرم کیا اور مل بانٹ کر کھانے کے عمل کو ''مفاہمت'' کا نام دے کر پھر قوم کے ساتھ مذاق کیا۔ یہ اس نام نہاد مفاہمت (اپنی اپنی باری) کا نتیجہ ہے کہ اس وقت ملک میں کوئی اپوزیشن نہیں کوئی قانون نہیں۔لوگ مر رہے ہیں، مہنگائی کا بازار گرم ہے۔ سیالکوٹ میں نوجوانوں کے قتل کے دل خراش واقعات پر تمام پارلیمنٹ خاموش ہے۔ کراچی

میں سرفراز شاہ کا قتل اور روزانہ بے گناہ شہریوں کا قتل عام لاقانونیت اور پارلیمنٹ کی خاموشی کے سبب ہے۔ایک اندازے کے مطابق اب تک خودکش حملوں اور ڈرون حملوں میں اس قدر لوگ شہید نہیں ہوئے جس قدر کراچی میں جمہوری دور میں ہوئے ہیں۔الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر ہر روز دل دہلا دینے والی خبریں آرہی ہیں اور ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے۔صبح روز مائیں اپنے بچوں کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتی ہیں کسی کو معلوم نہیں کے شام کو گھر واپس بھی آئے گا یا نہیں۔دہشت گردی، خودکش حملے، ڈروان حملوں کے تحفوں سے عوام کو نوازا گیا ہے۔ایبٹ آباد جیسے واقعات جن میں ملی اور قومی غیرت وحمیت کا جنازہ نکال دیا گیا قومی غیرت اور حمیت کو بیچ کر اسکی تقدیر کے فیصلے کا اختیار غیر ملکی طاقتوں کو دیا گیا۔اس وقت ہر کوئی غیر ملکی آقاؤں کے سامنے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہے۔نوجوان نسل کے دلوں سے جزبہ حب الوطنی اور جذبہ عشق رسول ﷺ کی تڑپ ختم کی جارہی ہے۔

پوری قوم کے لئے سوال:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی عوام کب تک اس نظامِ جبر میں پستی رہے گی؟ کیا 63 سال بعد بھی ہم اس نظام کا حصہ بن کر اپنی آئندہ نسلوں کے ساتھ بددیانتی کے مرتکب ہوتے رہیں گے؟ کیا پاکستانی قوم ترقی یافتہ اقوام کے درمیان اسی طرح معاشی، سیاسی، سماجی، قانونی اور تعلیمی طور پر پسماندہ قوم کے طور پر پہچانی جاتی رہے گی؟ کیا بھارتی اور مغربی دانشوروں کے بقول پاکستان کو ایک ناکام ریاست کے طور پر تسلیم کرلیا جائے؟ کیا اسلامی تشخص کے قیام کے لئے خطہ زمین کا حصول ایک بے معنی مشق تھی؟ یہ وہ سوال ہیں جو آج ہر شخص کے ذہن میں ابھر رہے ہیں۔لیکن ماحول پر چھائی ہوئی مایوسی، افسردگی اور خوف وہراس کی وجہ سے کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔ہاں چند نفوس، چند اذہان اور کچھ بیدار مغز جواں ہمت لوگ اب بھی موجود ہیں جو معاشرے میں مثبت تبدیلی کی جدوجہد کے راستے پر گامزن ہیں جو اس نظام شر کے گماشتوں کے خلاف سینہ سپر ہیں، انہوں نے دہشت، دولت اور دھونس کے سامنے ہتھیار نہیں

ڈالے۔ پاکستان عوامی تحریک کی قیادت اور کارکن اسی قبیلے کے لوگ ہیں۔

قائدِ تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 1993ء میں ہی اس ملک کے اَصحابِ بست وکشاد کے سامنے اس گھمبیر صورتِ حال سے نکلنے کے لئے متبادل جمہوری نظام کا خاکہ پیش کیا تھا۔ جو آج بھی دنیا کے درجنوں ممالک میں کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ وہ ہے ’’متناسب نمائندگی کا پارلیمانی نظام‘‘۔ اس کی تفصیلات اور فوائد کیا ہیں؟ یہ کہاں کہاں نافذ العمل ہے؟ ان تفصیلات کو زیرِ بحث لانے سے قبل یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ہمارے موجودہ جمہوریت میں وہ کیا کیا خامیاں اور بنیادی نقائص ہیں جن کے پیشِ نظر ہم اس نظام کو تبدیل کرنا ملک وقوم کے ساتھ وفاداری سے مشروط کر رہے ہیں۔

موجودہ نظامِ انتخابات کی خامیاں:

پاکستان میں رائج موجودہ نظام انتخابات جسے سادہ اکثریتی نظام کہا جاتا ہے کسی بھی لحاظ سے اسلام کے دیئے ہوئے تصورِ انتخابات وحکمرانی کے مطابق نہیں اور نہ ہی یہ عوام کی حقیقی نمائندگی اور حقیقی جمہوریت کا عکاس ہے۔ ہم ذیل میں مختلف زاویہ نگاہ سے پاکستان کے موجودہ نظام انتخابات کی خامیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

1- یہ نظام اسلامی تصورِ نمائندگی کے سراسر خلاف ہے:

اسلام میں خلافت ونیابت کے سنہری اصول اور شوریٰ اور اولی الامر کی اہلیت کا معیار دیا گیا ہے۔ اکثریت کی نمائندہ حکومت کے قیام کے واضح اصول بھی موجود ہیں جبکہ موجودہ نظام کے تحت اکثریت کی ناپسندیدہ حکومت تشکیل پاتی ہے۔ اسے عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے ایسی شوریٰ (پارلیمنٹ) اسلامی شوریٰ نہیں کہلا سکتی اور نہ ہی ایسے نمائندوں کو اقتدار سونپا جا سکتا ہے جو اپنی جیت کے لئے اپنی انتخابی مہم کو میلے یا سرکس کے انداز میں چلاتے ہیں اور اپنے آپ کو منتخب کروانے کے لئے ہر جائز وناجائز ذریعہ استعمال کرتے ہیں اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے یہ ذاتی مفادات کی جنگ ہے اس میں عوام کی خیر خواہی اور خدمت کا کوئی جذبہ

کارفرما نہیں ہوتا۔

پاکستان کی فیڈرل شریعت کورٹ میں 1988ء کے انتخابات کے بعد بہت سی درخواستیں موجودہ نظام انتخابات اور انتخابی قوانین کو کالعدم قرار دینے کے لئے دائر کی گئیں اور ان درخواستوں کے دلائل کی بنیاد پر فیڈرل شریعت کورٹ نے بھی موجودہ نظام انتخاب کو قرآن وسنت کے اصولوں کے خلاف قرار دیا تھا۔ ان درخواستوں کی سماعت کے دوران سب سے بڑی دلیل یہی پیش کی گئی تھی کہ موجودہ نظام انتخاب میں انتخابی مہم ایک میلے یا سرکس کے انداز میں چلائی جاتی ہے۔ ہر امیدوار کی اولین ترجیح اپنی ذات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اور اپنے حریف امیدوار کی کردار کشی ہوتی ہے۔ امیدوار منافقت اور فریب کا لبادہ اوڑھے ہوئے لالچ، دھونس، دھمکی اور جھوٹے وعدوں کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ ووٹوں کے حصول کی خاطر ایک ایک دروازے پر پہنچ کر ووٹروں کا تعاقب کرتا ہے وہ تنخواہ یافتہ کارکنوں کی فوج حتی کہ بعض اوقات انتخابی مہم کے حربوں میں خصوصی طور پر تربیت یافتہ بیرونی ماہرین کی خدمات بھی حاصل کرتا ہے۔ امیدوار کی بینروں، پوسٹروں اور پلے کارڈوں کے ذریعے بڑے پیمانے پر جھوٹی تشہیر کی جاتی ہے۔ مہنگی گاڑیوں اور ٹرکوں پر سوار کرائے کے رضا کاروں کے جلوس سڑکوں محلے محلے گاؤں گاؤں نعرے لگاتے ہوئے گشت کرتے اور ووٹروں کی حمایت حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ امیدوار کی اپنی خواہش اور اس کے بھاری خرچ پر ہوتا ہے۔ حمایت حاصل کرنے کے لیے علاقائی، فرقہ وارانہ، قبائلی اور اس طرح کے دوسرے تعصّبات کو استعمال کیا جاتا ہے، بوگس اور جعلی ووٹ بھگتنا معمول کی بات ہے۔ بالآخر جو سب سے اونچے داؤ لگا کر یہ کھیل کھیلتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

2-عوامی اکثریت کی نمائندہ حکومت تشکیل نہیں پاتی:

موجودہ نظام انتخاب کے تحت جو بھی حکومت بنتی ہے صحیح معنوں میں اقلیتی حکومت ہوتی ہے۔ چونکہ اس نظام کے تحت ایک امیدوار کل رجسٹرڈ ووٹوں کا بہت تھوڑا حصہ لے کر بھی کامیاب

ہوسکتا ہے۔اپنے حریف امیدواروں سے محض ایک ووٹ کی سبقت ہی کامیابی کے لئے کافی ہے اس کی نمائندگی کی حقیقت اس تجزیے سے سامنے آتی ہے:

فرض کیجئے ایک حلقہ انتخاب میں ایک لاکھ رجسٹرڈ ووٹر ہیں ان میں سے 50,000 افراد نے اپنا حق رائے دہی اپنے پسندیدہ امیدواروں کے حق میں استعمال کیا۔کل 5 امیدواروں نے انتخاب میں حصہ لیا ایک امیدوار نے 12,000 ووٹ حاصل کیے، دوسرے نے 11,500 ووٹ حاصل کیے، تیسرے نے 11,000 ووٹ حاصل کیے، چوتھے نے 9,500 اور پانچویں نے 8,000 ووٹ حاصل کئے۔اس طرح موجودہ نظام کے تحت 12,000 ووٹ حاصل کرنے والا امیدوار اس حلقے کا نمائندہ قرار دے دیا جائے گا حالانکہ 38,000 افراد اسے نمائندہ نہیں بنانا چاہتے اور 50,000 افراد نے بوجوہ اپنا رائے حق دہی استعمال ہی نہیں کیا مگر وہ صرف اس لئے کامیاب قرار دیا گیا کہ اس نے اپنے حریف امیدوار کے مقابلے میں 500 ووٹ زیادہ لئے ہیں اور اب وہ ایک لاکھ افراد کے حلقہ انتخاب کا نمائندہ تصور کیا جائے گا۔

موجوہ نظام میں نمائندگی کا تناسب:

مندرجہ بالا تجزیے کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں 1970، 1977، 1985، 1988، 1990، 1997، 2002 اور 2008 کے انتخابات کا جائزہ لیں تو ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی جہاں امیدوار محض چند ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہوئے اور پورے حلقہ انتخاب کے نمائندے قرار دیے گئے اور مجموعی طور پر برسر اقتدار آنے والی سیاسی جماعتوں نے بھی بہت کم ووٹ حاصل کیے۔مثلاً 1970ء کے انتخابات میں برسر اقتدار جماعت کو صرف 38.9 فیصد ووٹروں کی تائید حاصل تھی۔1988ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے 37.63 فیصد ووٹ حاصل کیے اور 45 فیصد نشستیں حاصل کیں جبکہ اسلامی جمہوی اتحاد نے 29.56 فیصد ووٹ حاصل کیے اور 28 فیصد نشستیں حاصل کیں۔اس طرح اس نظام انتخاب کے تحت پیپلز پارٹی نے

ووٹوں کے تناسب سے زیادہ نشستیں حاصل کیں اور اسلام جمہوری اتحاد نے تناسب سے کم نشستیں حاصل کیں۔

1990ء کے انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد کو 37.37 فیصد ووٹ ملے اور نشستیں 106 ملیں یعنی 52.8 فیصد جبکہ پی ڈی اے کو 36.65 فیصد ووٹ ملے اور نشستیں 44 یعنی 22.7 فیصد۔ اس طرح اس نظام انتخاب کے تحت ووٹوں میں صرف ایک فیصد کے فرق سے 62 نشستوں کا فرق پڑ گیا۔ اس کے بعد نصف سے بھی کم نشستیں حاصل کرنے والی جماعت نے حکومت سازی کے مرحلہ پر در پردہ دھاندلی اور اراکین اسمبلی کو ہارس ٹریڈنگ کے عمل سے خرید کر حکومت بنالی اور وہ حکومت ملک بھر کے عوام کی نمائندہ حکومت کہلائی۔

اسی طرح مجموعی ٹرن آوٹ کے اعتبار سے ان انتخاب کا جائزہ لیا جائے تو 1977ء کے عام انتخابات میں کاسٹ ہونے والے ووٹوں کی شرح کا تناسب سرکاری اعداد وشمار کے مطابق تقریباً 63 فیصد تھا، جو کہ بعد ازاں آنیوالے انتخابات میں بتدریج کم ہوتا رہا۔ 1988ء کے عام انتخابات میں ٹرن آوٹ 43.07 فیصد ہوا، 1990 کے عام انتخابات میں 45.46 فیصد تک پہنچ گیا، 1993 کے عام انتخابات میں 40.28 فیصد پر آ گیا، 1997ء کے عام انتخابات میں 35.42 فیصد کی نچلی سطح پر آ گیا جو کہ 2002ء کے عام انتخابات میں 41.26 فیصد کی سطح پر پہنچایا گیا۔ بعد ازاں 2005ء میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں ووٹوں کا ٹرن آوٹ 30 فیصد کی انتہائی نچلی سطح تک گر گیا حالانکہ یہ الیکشن لوکل سطح پر منعقد ہوئے اور ان میں لوگوں نے زیادہ بڑھ چڑھ کر مقامی نمائندوں کو ووٹ دیے۔ اس تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام موجودہ مہنگے اور بدعنوان انتخابی نظام سے مایوس ہو چکے ہیں اور انہیں موجودہ نظام انتخابات کے ذریعے ملک میں کوئی مثبت تبدیلی آنے کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا۔

اسی طرح اگر ہم انفرادی امیدواروں کی جیت کا تناسب دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں بھی توازن نہیں اور کوئی بھی امیدوار اپنے مدمقابل امیدواروں سے محض ایک ووٹ کی برتری

لے کر کامیاب ہوسکتا ہے چاہے اسے رائے دہندگان کی اکثریت تعداد ناپسند کرتی ہو مثلاً الیکشن 90ء میں حلقہ این اے 9 کوہاٹ سے سید افتخار گیلانی صرف 8.73 فیصد ووٹ لے کر کامیاب قرار دیئے گئے اور حلقہ این اے 17 کوہستان سے مولوی محمد امین محض 5.29 فیصد ووٹ لے کر کامیاب ہوئے۔ صوبہ سرحد میں کامیاب ہونے والے قومی اسمبلی کے امیدواروں میں سب سے زیادہ ووٹوں کا تناسب 30 فیصد تھا اور قومی اسمبلی کے 26 اراکین میں سے صرف 5 امیدواروں نے 20 سے 30 فیصد کے درمیان ووٹ حاصل کئے۔

موجودہ نظام انتخابات کے تحت منعقد ہونے والے انتخابات اور ان سے بننے والی حکومتوں کو حاصل کردہ ووٹوں اور نشستوں کے جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نظام انتخاب کے تحت نہ تو کوئی رکن پارلیمنٹ عوام کی اکثریت کا نمائندہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان نمائندوں کے ذریعے بننے والی حکومت عوام کی اکثریت کی نمائندہ حکومت ہوتی ہے جبکہ ایک جمہوری نظام کی لازمی شرط یہ ہے کہ جمہور (عوام کی اکثریت) کو منتخب اداروں میں واضح نمائندگی ملے جو کہ موجودہ نظام میں کسی شکل میں بھی پوری نہیں ہوتی۔

3-سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفادات کا تحفظ:

موجودہ نظام انتخابات صرف سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اس نظام کے تحت صرف سرمایہ دار اور جاگیردار ہی منتخب ہوسکتے ہیں۔ یہ ایسا نظام ہے جس میں پولیس کی موجودگی میں لیڈی پولنگ سٹاف کی تھپڑوں سے پٹائی پر قانون کسی جاگیردارنی خاتون کو روکنے سے معذور ہے۔ عوام کو دہشت زدہ کر دیا گیا ہے اور ان کی ذاتی پسند کو محدود کر دیا جاتا ہے ان سے جبراً ووٹ لیے جاتے ہیں۔ جب اقتدار ان طبقات کے ہاتھ میں آتا ہے تو یہ صرف ایسے قوانین وضع کرتے ہیں اور دستور اور قانون میں ایسی ترمیم کرتے ہیں جن سے صرف ان کے اعلیٰ سطحی مفادات کا تحفظ ہوسکے۔ عوام کے مفاد میں کوئی فیصلہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی پالیسی بنتی ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں آج تک غریب عوام کی بہتری کے لئے ان بالادست طبقات کے

ہاتھوں کوئی اصلاحات نافذ نہیں ہوسکیں اور نہ ہی اسلامی قوانین اور شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ ہوسکا ہے۔ چونکہ شریعت کا نفاذ ان بالا دست طبقات کے مفاد میں نہیں اس لئے ان طبقات کے ہوتے ہوئے عوامی تحفظ ہوسکتا ہے اور نہ شریعت کا نفاذ ممکن ہے۔ اس کی عملی مثال سابقہ ادوار میں عوامی مسائل کے بارے میں کوئی بل منظور نہیں ہوا جبکہ ذاتی مفادات اور سیاسی خلیفوں کو خوش کرنے کے لیے راتوں رات بل منظور کیے جاتے ہیں۔ ذاتی تنخواہیں بڑھانے کے لیے متفقہ قراردادیں منظور کی جاتی ہیں۔ اسی سوچ نے ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اگر آپ بغور جائزہ لیں تو شہروں میں سرمایہ دار جبکہ دیہاتی علاقوں میں جاگیردار اور وڈیرے اس نظام پر مسلط ہیں۔

4- دھن، دھونس اور دھاندلی کا آزادانہ استعمال:

اس نظام میں امیدوار چونکہ محض ایک ووٹ کی برتری سے بھی کامیاب ہوسکتا ہے اس لیے ناجائز ذرائع اور سرکاری پشت پناہی کے حامل امیدوار اپنے مدمقابل کو شکست دینے اور خوفزدہ کرنے کے لئے دھن، دھونس اور دھاندلی کے تمام ممکنہ طریقوں کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہر انتخاب میں برسراقتدار حکومتوں اور بالا دست طبقات نے دھن، دھونس اور دھاندلی کی بنیاد پر الیکشن جیتنے کے بعد بھی اپنے مدمقابل کو ذلیل و رسوا کرنے اور اسے ہر ممکن انتقام لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اسے انتہائی بہیمانہ اور غیر شریفانہ طریقوں سے نقصان پہنچاتے رہے۔ ان بالا دست طبقات کو ہمیشہ یہ اطمینان رہتا ہے کہ ہمارے حلقے محفوظ ہیں اور ہمارے سوا کوئی دوسرا شخص ہمارے حلقے سے منتخب نہیں ہوسکتا اس لئے وہ اس نظام انتخاب کے تحت اپنے استحصالی، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ مفادات کے لئے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے اور ان کی اجارہ داریاں ہمیشہ برقرار رہتی ہیں۔ ان اجارہ داریوں کے ہوتے ہوئے پاکستان کے موجودہ سماجی و سیاسی حالات میں تبدیلی کی توقع قطعاً نہیں کی جاسکتی۔

5- مفاد پرست افراد کا چناؤ:

موجودہ نظام نے ہمیشہ اسمبلیوں میں بیشتر نا اہل اور مفاد پرست افراد کو بھجوایا ہے

جنہوں نے ملک وقوم کی خدمت کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کا تحفظ کیا۔ ہارس ٹریڈنگ، رشوت، غبن لوٹ مار، خیانت اور ناجائز طریقوں پر کروڑوں اربوں روپے کے قرضے لینا اور دھوکہ دہی سے ان قرضوں کو معاف کروانا ان اراکین کا معمول رہا ہے۔ حالیہ پارلیمنٹ ممبران میں اکثریت نادہندہ تھی اور انہوں نے اپنے عزیزوں کے نام پر اربوں روپے معاف کروائے۔ یہ قرض پاکستانی عوام پر مہنگائی اور بدحالی کی صورت میں اضافی بوجھ کا سبب بنتے ہیں۔ لیکن ہمارے غریب عوام اس حقیقت سے واقف نہیں اور ہر بار اپنے پیٹ کاٹ کاٹ کر سرمایہ اور اختیار انہی لٹیروں کو دیتے رہے۔

اسی طرح عوام کی خدمت اور علاقہ کی بہتری کے نام پر کروڑں روپے کے منصوبے منظور کروائے مگر انہیں اپنے ذاتی مفادات کے لئے استعمال کیا۔ عوام کے منتخب نمائندوں کی حیثیت سے جتنی بھی مراعات ملیں سب اپنی ذاتی مفادات کے لئے استعمال کیں۔ کارخانوں کے لائسنس اور پرمٹ، پلاٹوں اور جاگیروں کا حصول ان اراکین کا شیوہ رہا۔ یہ نااہل اور مفاد پرست افراد ایک بالادست طبقے کی حیثیت سے عوام کا استحصال کرتے رہے اور کر رہے ہیں یہ لوگ ہمیشہ انتخابات کے موقع پر عوام کے خادم اور غریبوں کے ہمدرد کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ پہلے انتخابات جیتنے کے لئے لاکھوں کروڑوں روپے داؤ پر لگاتے ہیں اور پھر اسمبلی میں بیٹھتے ہی پہلے چند روز میں وہ سارا خرچہ (اصل زر) وصول کر لیتے ہیں اور بقیہ سال سارے منافع کے ہوتے ہیں۔

6- علاقائی اور فرقہ وارانہ تقسیم کشیدگی میں مسلسل اضافہ کا باعث:

پاکستان کے چاروں صوبوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور مختلف مسالک کے لوگ آباد ہیں مگر بدقسمتی سے اس نظام انتخابات کے تحت ہمیشہ علاقائی، گروہی، لسانی اور فرقہ وارانہ مسائل کو انتخابی نعروں کے طور پر استعمال کیا گیا اور انتخابات میں نشستوں کے حصول کے لیے مختلف سیاستدانوں نے رائے دہندگان کے جذبات کو مشتعل کر کے اپنے لیے تائید حاصل کی۔ سندھ ایک عرصہ سے لسانی کشیدگی اور فسادات میں جل رہا ہے۔ ہزاروں گھرانے برباد ہو

چکے ہیں اور ہزاروں لوگ اس آگ میں جل چکے ہیں۔ پنجاب، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں ایک عرصہ سے مذہبی کشیدگی اپنے عروج پر ہے اور کئی لوگ اس کشیدگی کے باعث قتل ہو چکے ہیں اور سینکڑوں بے گناہ لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ان سب فسادات کے پیچھے نام نہاد لیڈروں کے سیاسی مفادات کارفرما ہیں اور یہ مفادات محض اس نظام انتخاب کی وجہ سے ہیں جن میں ہرگزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے اور یہ قوم مزید تقسیم سے تقسیم تر ہوتی جارہی ہے۔

7-کمزور حکومتوں کی تشکیل اور سیاسی نظام میں عدم استحکام کا موجب:

اس نظام انتخابات کے ذریعے جتنی بھی حکومتیں بنیں کمزور ثابت ہوئیں اور حکومتوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوج اور بیوروکریسی کو اپنا پیشہ وارانہ کردار چھوڑ کر سیاسی کردار ادا کرنا پڑا نتیجتا سیاسی نظام میں عدم استحکام رہا۔حکومتیں اپنی کمزوری کے باعث جلد ٹوٹتی رہیں اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر ملک پر حکمرانی کرتے رہے۔ملک سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی انحطاط کا شکار ہوگیا۔سیاسی جماعتوں کو اب اس نظام میں نہ تو کسی ٹھوس پروگرام کے پیش کرنے کی ضرورت رہی اور نہ کسی دستور ومنشور کی۔انہیں نہ کوئی جانتا ہے اور نہ پڑھتا ہے۔ہر جماعت کو جیتنے والے امیدواروں (Winning Horses) کی ضرورت ہوتی ہے اور انہی کے ذریعے انتخاب جیتا جاتا ہے اس میں عوام کا کردار محض نمائشی اور رسمی رہ گیا ہے اس نظام میں یہی پہلو حکومتوں کو کمزور اور سیاسی نظام کو غیر مستحکم رکھتا ہے۔اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر فوجی آمریت بار بار جمہوری بساط لپیٹتی ہے اور پھر ملک اندھیروں کی نظر ہو جاتا ہے۔

8-اس نظام میں نمائندوں کا احتساب ممکن نہیں:

موجودہ نظام انتخاب کے تحت نمائندے منتخب ہونے کے بعد بالعموم ہر قسم کے احتساب سے بالاتر رہتے ہیں۔رائے دہندگان کے پاس کوئی اختیار نہیں کہ وہ اپنے نمائندوں کا احتساب کر سکیں اور نہ ہی سیاسی جماعتوں کے پاس کوئی اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی ٹکٹ پر منتخب ہونے والے نمائندوں کی گرفت کر سکیں یا پانچ سال سے پہلے ان نام نہاد نمائندگان کو تبدیل ہی کیا جا سکے۔اس

طرح یہ نمائندے نہ صرف اپنی پارٹی کے منشور اور پروگرام سے انحراف کرتے ہیں بلکہ رائے دہندگان سے کئے گئے وعدوں کو بھی فراموش کر دیتے ہیں اور اگلے انتخابات پر دھن، دھونس اور دھاندلی کی بدولت دوبارہ منتخب ہوجاتے ہیں اور مسلسل اپنے ہی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔اب تو بدنام زمانہ ''قومی مفاہمتی آرڈیننس NRO'' کے ذریعے سیاست دانوں کو مقدس گائے قرار دے کرانہیں ہرطرح کے احتساب سے بالاتر قرار دے دیا گیا ہے۔

9-عوام اور رائے دہندگان کی عدم دلچسپی میں اضافہ کا موجب:

پاکستان میں اس نظام کے تحت جتنے بھی انتخابات منعقد ہوئے ان میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق زیادہ سے زیادہ 45 فیصد افراد نے رائے دہی میں حصہ لیا، دوتہائی رائے دہندگان نے انتخابات سے عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔اس تناسب میں سے ووٹرز کو جبراً گاڑیوں میں بھربھر کر ووٹ دلوانے کے عمل کو نکال دیں تو اپنی مرضی سے ووٹ دینے والے لوگوں کا تناسب شاید 15% سے زیادہ نہ ہوگا۔

(ا)- رائے دہندگان نے ہمیشہ ان انتخابات سے بیزاری کا اظہار کیا اور عدم دلچسپی کی وجہ نظام انتخابات سے اعتبار اٹھ جانے کو بتایا اور اس نظام سے مایوسی کا اظہار کیا۔

(۲)- اس نظام انتخابات میں جس طرح کے نمائندے منتخب ہوتے ہیں سنجیدہ اور تعلیم یافتہ طبقہ اسے کماحقہ اہل نہیں سمجھتا ان کی مجبوری ہے کہ جو افراد کھڑے ہیں انہی میں سے کسی ایک کے حق میں ووٹ ڈالیں۔

(۳)- اس نظام انتخابات کے تحت امیدواروں کی مہم کے دوران جو ماحول بنتا ہے اور اس مہم کے نتیجہ میں پولنگ کے بعد آنے والے نتائج عوام کی توقعات کے برعکس ہوتے ہیں اور رائے دہندگان کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ ان کا اور ووٹ ملکی تقدیر کے فیصلہ اور خفیہ قوتوں کے ہاتھ میں ہے۔لہذا اس کا ووٹ دینا نہ دینا برابر ہے۔

(۴)- پولنگ کے دن سیاسی دھڑے بندیاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں۔ پرچی بنوانا، پولنگ

سٹیشن تک جانا اور مختلف کیمپوں میں بیٹھنا، بعض شرفاء اس کشمکش میں اپنے آپ کو فریق نہیں بنانا چاہتے چنانچہ وہ رائے دہی کیلئے اپنا حق استعمال ہی نہیں کرتے۔

10-قومی مسائل حل کرنے میں ناکام نظام:

اس نظام انتخابات کے تحت جتنی بھی حکومتیں بنیں ان کی اولین ترجیح اپنے اقتدار کو دوام دینا، اپنے مفادات کا تحفظ کرنا، حزب اختلاف کو ملک دشمن عناصر قرار دے کر انتقامی کاروائیاں کرنا اور اگلے انتخابات کے لئے ملکی حالات کو اپنے لئے سازگار بنانے پر مرتکز رہی ہے۔ اس طرح ان حکومتوں کو کبھی بھی قومی مسائل حل کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی چنانچہ قیام پاکستان کے 63 سال بعد بھی قومی مسائل حل نہیں ہوسکے۔ بلکہ ہر اسمبلی پہلے سے موجود مسائل کے انبار میں اضافہ کرکے رخصت ہوتی جاتی ہے۔

11-یہ نظام انتخابات سراسر ظلم اور اندھیر نگری ہے:

اس ملک میں ایک چپڑاسی کی تقرری کے لئے بھی میرٹ شرط ہے اور ایک کلرک کی تقرری کے لئے بھی تعلیمی قابلیت مقرر ہے اس کے لئے بھی تحریری امتحان اور انٹرویو لازمی ہے۔ ایک ڈرائیور کی تقرری کیلئے بھی ٹیسٹ اور انٹرویو ضروری ہے الغرض کسی چھوٹی تقرری سے لے کر بڑی تقرری تک سکول، کالج، یونیورسٹی کے اساتذہ، ڈپٹی کمشنر، کمشنر، سیکرٹری وغیرہ کی سطح تک بغیر مطلوبہ تعلیمی قابلیت اور تجربہ کے کسی شخص کی تقرری عمل میں نہیں آتی۔

موجودہ نظام انتخابات کے تحت صرف پاکستان کی قومی اور صوبائی اسمبلیاں ایسے ادارے ہیں جہاں ایم این اے اور ایم پی اے بننے کے لئے کسی قسم کی قابلیت، تجربہ، مہارت کردار اور ذہانت جیسی خصوصیات کی ضرورت نہیں رہی۔ بمشکل 2002ء کے انتخابات میں ارکان کی اہلیت کے لیے بی-اے کی شرط رکھی گئی تھی، مگر مفاد پرست سیاست دانوں کے مفادات پر ضرب پڑتی تھی نئے چہرے سامنے آرہے تھے تبدیلی کا آغاز ہوا تھا کہ اس کو بھی تبدیل کر دیا گیا۔ یہاں صرف درج ذیل چیزوں کی ضرورت ہے:

۱- سرمایہ ودولت ۲- غنڈوں اور رسہ گیروں کی فوج

۳- ناجائز اور غیر قانونی اسلحہ ۴- حکومتی پارٹی کا ٹکٹ

ان شرائط کو پورا کرنے والا شخص جیسا بھی ہو قومی یا صوبائی اسمبلی کا رکن ہو سکتا ہے۔

12-مہنگا ترین نظام انتخاب:

موجودہ نظام انتخاب میں ٹکٹ کی خریداری سے لے کر تشہیر، گاڑیوں کے استعمال، انتخابی دفاتر کے قیام، دفاتر میں پر تعیش کھانے، ٹینٹ، سپورٹرز کے لیے ٹرانسپورٹ اور دیگر اخراجات، ووٹوں کی خریداری، انتخابی عملہ کی تعیناتی اور اپنی حمائیت کے لیے رشوت، پولنگ والے دن سینکڑوں گاڑیوں، ہزاروں لوگوں کے کھانے، ٹینٹ وغیرہ پر اور بعدازاں رزلٹ کو اپنے حق میں کروانے کے لیے رشوت کی ادائیگی پر اٹھنے والے کروڑوں روپے درکار ہیں۔ کوئی قابل اور لائق فرد محض اس قدر خطیر رقم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے باہر ہے۔ موجودہ نظام کے تحت کسی امیدوار کو قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے کے لیے 10 سے 20 کروڑ جبکہ صوبائی اسمبلی کے لیے 10 سے 15 کروڑ روپے درکار ہیں۔

13-خاندانی اجارہ داری کا ذریعہ:

موجودہ نظام انتخاب میں کیونکہ سرمایہ کا بہت بڑا رول ہے۔ اس لیے پورے آسمان سیاست پر چند خاندان ہی مسلط نظر آتے ہیں۔ آج پاکستانی سیاست پر لغاری، مزاری، کھوسے، چوہدری، خان، کاکڑ، میاں، زرداری ، کاہرے، رعیسانی اور کھر وغیرہ اور اسی طرح کے خاندان چھائے ہوئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اگلی نسلوں تک جاری ہے گزشتہ 63 سالوں سے ہر جماعت کا سربراہ، اسکا بھائی، بیوی، بیٹی، بیٹا اور دیگر رشتہ دار ہماری نسلوں پر حکمرانی کر رہے ہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ اس قوم پر مسلط رہنے کے لیے ایک ہی خاندان میں سے ایک فرد ایک جماعت جبکہ دوسرا فرد دوسری جماعت کی طرف سے الیکشن لڑتا ہے۔ عوام کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ دونوں مدمقابل ہیں۔ اور ہماری عوام کی یہ سادگی ہے کہ ان میں سے ایک کو جتوا دیتی ہے جبکہ

کھیل اصلاً یہ ہے کہ کوئی بھی جیتے سیٹ تو خاندان میں رہے گی۔ 63 سال سے اس قوم کے ساتھ یہ ہی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

14- اکثریت پر اقلیت کی حکمرانی:

اس ملک کی 98% عوام غریب محنت کش اور لاچار ہے۔ پڑھے لکھے نوجوان جذبہ، ولولہ اور بیدار مغز ہونے کے باوجود نظام انتخاب کی وجہ سے آگے بڑھ نہیں سکتے جبکہ اس نظام کے ذریعے 98% عوام کی تقدیروں کے فیصلے وہ 2% خواص کرتے ہیں جن میں اکثریت کو نہ تو غریب عوام کے مسائل کا علم ہے اور نہ ہی وہ خود کبھی بھوک، کسمپرسی اور تکلیف کی کیفیت سے گزرے ہیں۔ وہ کیا جانیں کے غریب کا دکھ کیا ہے؟......غریب کے حالات اسی وقت بدلیں گے جب ایسا نظام انتخاب رائج ہو کہ غریبوں کا نمائندہ غریبوں میں سے منتخب ہو کر اسمبلی میں جائے۔

15- ارکان اسمبلی کی کھلے عام خرید وفرخت کا ذریعہ:

حکومت کی تشکیل کے وقت منشور اور ملی جذبے کے بغیر محض مفادات کے لیے الیکشن لڑنے والے کامیاب امیدواروں کی خرید وفروخت کے لیے منڈی لگائی جاتی ہے۔اور اس منڈی میں ہر کوئی زیادہ سے زیادہ داموں بکنے کے لیے اپنے دام بڑھاتا ہے۔ تجزیہ ہے کہ پاکستان میں کسی بھی فرد کے پاس مطلوبہ تعداد میں ارکان اسمبلی خریدنے کے لیے پیسے ہوں تو وہ بغیر پروگرام اور منشور کے خریدی ہوئی اسمبلی کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا حکمران بن سکتا ہے۔ یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ایسی اسمبلی اور ممبران کس طرح غریب عوام کے حقوق کی ادائیگی کے حق میں فیصلہ کر سکتے ہیں اور عوامی فلاح کے لیے فیصلے کیسے ممکن ہیں۔

16- منافع بخش کاروبار اور کرپشن کا ذریعہ:

موجودہ نظام انتخاب کے ذریعے ٹکٹ کی خریداری سے لے کر اسمبلی تک پہنچنے کے لیے

کروڑوں روپے کے اخراجات آتے ہیں۔ ممبر اسمبلی جب اس قدر خطیر رقم خرچ کرتا ہے وہ اسمبلی میں پہنچ کر اپنی سابقہ انویسٹمنٹ پوری کرنے، آئندہ الیکشن اخراجات اور منافع کے حصول کے لیے کل اخراجات سے تین گنا رقم بٹورنے کے لیے کرپشن کرتا ہے اور ضمیر تک فروخت کرنے کو تیار ہوتا ہے، ناجائز ٹھیکے دیے جاتے ہیں۔ خصوصی پرمٹ اور وزارتیں سب اسی مال بنانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ قومی سوچ ملکی مفادات، عوامی فلاح وغیرہ کے جذبے سے عاری ہوتے ہیں اور غریب عوام اور پاکستان وہاں کے وہاں کھڑے ہیں۔ ریلوے، سٹیل مل، پی آئی اے اور دگر ادارے اسی سوچ کی بھینٹ چڑھے ہیں۔

17- پارٹی قیادت اور منشور کمزور، امیدوار طاقتور:

موجودہ نظام انتخاب میں ہر پارٹی کو طاقتور امیدوار (Winning Hourses) کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے صلاحیت، کردار، نظریہ، پارٹی منشور کو بالائے طاق رکھ کر پارٹی قیادت ان امیدواروں کے حصول کے لیے اصولوں پر بھی سمجھوتہ کر لیتی ہے۔ اسی بنا پر حکومت سازی کے بعد بھی پارٹی قیادت پروگرام کے مطابق حکومت چلانے کی بجائے ان ارکان کی روزانہ گنتی اور خوشامدوں میں مصروف رہتی ہے اور اکثر ان کے مفادات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتی ہے اسی طرح عوامی پروگرام، اور بڑے بڑے نعرے سالوں کی حکمرانی کے بعد بھی ادھورے رہتے ہیں اور قوم کو پھر ایک نیا نعرہ دے کر بے وقوف بنایا جاتا ہے۔

18- گونگوں اور بہروں کی پارلیمنٹ وجود پاتی ہے:

موجودہ نظام انتخاب کے ذریعے آنے والے اراکین اسمبلی کا مقصد عوامی فلاح اور قومی مفاد کا تحفظ نہیں ہے۔ اس لیے اسمبلی کے اجلاس کے دوران اراکین اسمبلی کی حاضری کورم کی تکمیل روز کا معمول بن چکا ہے اور اخبارات کا ریکارڈ اس کا گواہ ہے۔ گزشتہ اسمبلیوں میں اراکین عملی شرکت کے حوالے سے تجزیہ 90% اراکین اسمبلی میں وہ ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ بھی اپنا مائیک آن نہیں کیا اور نہ ہی اسمبلی میں بحث، نقطہ اعتراض یا ایک لفظ بھی بولا ہو۔ بلکہ میڈیا گواہ ہے

ہے کہ ہمارے اراکین پارلیمنٹ دوران اجلاس بھی خواب خرگوش کے مزے لیتے رہتے ہیں۔ ملک کے اس قدر اعلیٰ ادارے میں جہاں قوم کی تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں، قوانین بنتے ہیں اس طرح کا غیر سنجیدہ عمل فیصلہ سازی کے عمل کو مشکوک بناتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ پانچ سال مکمل ہو جانے کو ہیں اس کے باوجود عوامی فلاح اور قومی ترقی کے حوالے سے قانون سازی نہیں ہو پاتی۔ اگر کوئی فیصلہ ہو بھی جائے تو اس پر عملدرآمد کے اثرات عوام تک نہیں پہنچتے۔

19- بے وقعت اور بے اختیار پارلیمنٹ کی تشکیل:

ماضی میں بھی تاریخ گواہ ہے کہ اس ملک میں حکمرانوں نے ذاتی مفادات اور حکومت کو طول دینے کے لیے راتوں رات قانون سازی کروائی اور اراکین اسمبلی نے بھرپور تائید کی۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔

گزشتہ عرصہ میں پارلیمنٹ نے ڈرون حملوں کے بارے میں مشترکہ قرارداد پاس کی مگر ڈرون حملے بند نہ ہو سکے اور پارلیمنٹ اپنے فیصلے پر عملدرآمد نہ کرواسکی۔ اسی طرح پارلیمنٹ فیصلے کرتی ہے مگر اس کی قدر نہ ہونے کی وجہ سے عملدرآمد نہیں کرواسکتی۔

یہ پارلیمنٹ اس وقت تک طاقتور نہیں ہو سکتی جب تک اس کی تشکیل کے لیے نمائندگان کے چناؤ کے نظام (انتخابی نظام) میں تبدیلی نہ کی جائے۔

20- قانون شکن ہی قانون ساز:

موجودہ نظام انتخاب کا عجیب تماشہ ہے کہ اس ملک میں قانون سازی کے لیے ان افراد کو منتخب کرنا پڑتا ہے جو خود قانون شکن ہوں اور دن دیہاڑے سر عام قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوں۔ بلکہ اب تو پاکستان میں یہ بات عام ہو چکی ہے کہ اس ملک میں کوئی جتنا بڑا قانون شکن ہو گا اسی قدر بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔ صرف موجودہ نظام انتخابات کو ہی دیکھ لیا جائے الیکشن کمیشن کے قوانین کی کس قدر پاسداری ہوتی ہے۔

ا- انتخابی اخراجات کی حد ایک طرف رکھ کر مذاق اڑاتے ہوئے 10 سے 20 کروڑ

روپے کے اخراجات

۲- تشہیر کے لیے 12 x 4فٹ کے بینر کی اجازت..........سڑکوں پر دیو قامت ہورڈنگز اور بینرز کا مقابلہ اور نمائش

۳- انتخابی کاغزات کے ساتھ مالیاتی گوشوارے جمع کرانا لازم..........بڑے بڑے سرمایہ داروں کا پرتعیش زندگی کے خلاف گوشوارے جمع کروانا معمول

۴- کاغزات نامزدگی پر درست کوائف کا حلف

(i) حلف کے باوجود جھوٹ پر مبنی کاغزات نامزدگی

(ii) جعلی ڈگریوں کے ساتھ سینہ تان کر الیکشن لڑنا

۵- صرف کارنر میٹنگز کی اجازت جبکہ لاکھوں روپے کی لاگت سے بڑے بڑے جلسوں کا انعقاد

۶- جعلی ووٹ کا اندراج جرم..........امیدوار اپنے کارندوں کے ذریعے جعلی ووٹ درج کرواتے ہیں۔

۷- جعلی ووٹ کاسٹ کرنا جرم..........ہزاروں کی تعداد نہ صرف جعلی بلکہ مرُدوں کے ووٹ بھی کاسٹ کیے۔

۸- جعلی شناختی کارڈ رکھنا جرم..........امیدواروں کے گھروں میں شناختی کارڈ بنانے کی مشین نصب ہوتی ہیں۔

۹- ووٹر کو ڈرانا یا لالچ دینا جرم..........سرعام ووٹوں کی خریداری کا عمل جاری۔

۱۰- پولیس اور الیکشن کے عملہ کی مٹھی گرم کرنے سے رزلٹ اپنے حق میں کروانے کے لیے ووٹ کا بے دریغ کاروبار اور تمام غیر اخلاقی حربوں کے استعمال کے بعد امیدوار اسمبلی ممبر بن پاتا ہے۔ اپنے چناؤ کے عمل میں قانون کی دھجیاں بکھیرنے والے کسی بھی فرد سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایسے قوانین بنانے میں کردار ادا کرے گا جو اس کے مفادات کی بجائے عوام کے مفادات کا تحفظ کرے۔

ہمارا نقطہ نظر:

پاکستان عوامی تحریک کی تشکیل ایک با مقصد اور تعمیری سیاست کے لئے ہوئی ہے اور پاکستان عوامی تحریک نے اپنے قیام سے لے کر آج تک اپنے اصولوں کو قربان نہیں کیا۔ 25 مئی 1989ء کو موچی دروازہ کے جلسہ عام میں اعلان لاہور کے مطابق پاکستان عوامی تحریک کے پلیٹ فارم سے اس نظام کے تحت انتخابات میں ایک یا دو بار حصہ لینے کا اعلان کیا گیا تھا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ 2002ء کے انتخابات میں بھر پور محنت کے ساتھ حصہ لیا۔ پاکستان عوامی تحریک نے 1990ء اور 2002ء کے انتخابات میں حصہ لے کر عملی تجربہ کیا اور نتیجے پر پہنچی ہے کہ اس نظامِ انتخابات کے تحت اہل اور باصلاحیت قیادت کا انتخاب ہرگز نہیں ہوسکتا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قیادت میں پاکستان عوامی تحریک پر امن سیاسی جدوجہد پر یقین رکھتی ہے مگر ہم ملک اور قوم کو تباہی کے گڑھے تک پہنچانے کی سازشوں کو ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ اس لیے موجودہ نظام انتخابات اور اس سے وجود میں آنے والے استحصالی نظام کو بدلنا ناگزیر ہے۔ ہمارے نزدیک اسلام کے مشاورتی اور جمہوری ضابطوں کے تحت نمائندگی کا پارلیمانی نظام ملک وقوم کے بہترین مفاد میں ہے اور اس نظام انتخاب کے تحت بننے والی اسلامی حکومت ہی عوام کی حقیقی نمائندہ اور صحیح جمہوری حکومت کہلا سکتی ہے۔ لہذا پاکستان عوامی تحریک ملک وقوم کے بہترین مفاد میں یہ سمجھتی ہے کہ موجودہ نظام انتخابات کو ختم کر کے ''حقیقی عوامی نمائندگی کا حامل نیا نظام انتخاب'' تشکیل دیا جائے تاکہ صحیح معنوں میں اسلامی، انقلابی، جمہوری اور فلاحی حکومت تشکیل پائے۔ متبادل نظام انتخاب کا مکمل خاکہ پاکستان عوامی تحریک پیش کر چکی ہے،

موجودہ کرپٹ اور مہنگا نظامِ انتخاب جملہ مسائل کی جڑ:

مندرجہ بالا تجزیے سے ثابت ہوا کہ ملک کے تمام سنگین مسائل کی جڑ کرپٹ نظام انتخاب ہے۔ اس کرپٹ نظام انتخاب نے قوم کو اس کی حقیقی نمائندگی سے محروم کر دیا ہے۔ عوام

کے 98 فیصد غریب و متوسط طبقات سے کسی امیدوار کا منتخب ہونا عملاً ناممکن ہو چکا ہے کیونکہ موجودہ نظام انتخاب کی خامیوں کی وجہ سے انتخابی حلقہ جات پر کرپٹ، سرمایہ دار، جاگیردار، وڈیروں، مافیا، باثر اور حکومتی امیدواروں کا کنٹرول ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ کسی حلقہ میں کوئی بڑی پارٹی اپنے انتہائی دیرینہ نظریاتی ورکر کو محض اس لئے ٹکٹ نہیں دیتی کہ وہ کروڑوں روپے خرچ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ:

☆ نظام انتخاب شفاف اور سستا ہو۔

☆ نظام انتخاب حکومتی، باثر طبقات، سرمایہ داروں اور الیکشن کمشن کے ناجائز اثر و رسوخ سے آزاد ہو۔

☆ نظام انتخاب جعلی شناختی کارڈ سازی اور جعلی ووٹس، جانبدارانہ حلقہ بندیوں و پولنگ سکیم، الیکشن عملہ کی ملی بھگت اور پولیس انتظامیہ و غنڈہ عناصر کی ناجائز مداخلت سے پاک ہو۔

☆ تشہیر، جلسوں، ٹرانسپورٹ، الیکشن کیمپوں کے اخراجات اور سرمایہ کے ذریعے ووٹرز کی رائے پر اثر انداز ہونے جیسی انتخابی دھاندلیوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

☆ نظام انتخاب عبوری حکومتوں، لوکل باڈیز اداروں اور الیکشن کمیشن کے ناجائز اثر و رسوخ سے آزاد ہو تا کہ سیاسی جماعتیں تمام تر مصلحتوں سے بالاتر ہو کر غریب و متوسط باصلاحیت کارکنان کو میرٹ پر اسمبلیوں میں نمائندگی کے لیے نامزد کر سکیں۔

☆ تا کہ سیاسی جماعتوں کو اقتدار کے حصول کے لئے کوئی ڈیل نہ کرنا پڑے اور نہ ہی انہیں اسکے لئے غیر فطری اتحاد بنانا پڑیں بلکہ سیاسی جماعتیں عوامی ایشوز پر اپنا حقیقی کردار ادا کر سکیں۔

موجودہ کرپٹ اور مہنگے انتخابی نظام کی وجہ سے تقریباً 70 فیصد قوم انتخابات سے کلیتاً لاتعلق ہو گئی ہے اور قوم اپنے بنیادی آئینی و انسانی حقوق سے محروم ہو گئی ہے۔ لہٰذا یہ ملک و قوم کے ریاستی و مقتدر اداروں بشمول عدلیہ، قانون ساز اداروں، سیاسی پارٹیز و اراکین پارلیمنٹ، میڈیا سیاسی جماعتوں، دانشوروں و وکلاء طبقات کی آئینی، قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اس انتہائی اہم قومی حساس مسئلہ کے حل پر توجہ دیں اور ملک و قوم کو موجودہ کرپٹ انتخابی نظام سے چھٹکارا دلا کر

شفاف نظام انتخاب مہیا کریں۔

پاکستان عوامی تحریک حقیقی جمہوری اور انتخابی عمل پر یقین رکھتی ہے۔

پاکستان عوامی تحریک انتخابات کے خلاف نہیں بلکہ موجودہ بدعنوان اور مہنگے انتخابی نظام کے خلاف ہے۔ پاکستان عوامی تحریک جمہوریت پر یقین رکھتی ہے اور جمہوری نظام کے خلاف نہیں۔ پاکستان عوامی تحریک یہ سمجھتی ہے کہ موجودہ نظام انتخاب ملک وقوم کو حقیقی جمہوریت کی طرف نہیں بلکہ تباہی کی طرف لے کر جارہا ہے اس کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

موجودہ نظام کا متوقع انجام:

ہم نے پوری دیانتداری اور خلوص کے ساتھ موجودہ نظام انتخاب کا تجزیہ پیش کر دیا ہے اور ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر ملک میں جاری نظام انتخاب پر مطلوبہ تبدیلیاں نہ لائی گئیں تو آئندہ سالوں میں ہونے والے عام انتخابات اور ان کے نتیجے میں قائم ہونے والی مرکزی اور صوبائی حکومتیں نہایت کمزور اور غیر مئوثر ہوں گی۔

☆ غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے گا اور معاشی بدحالی مزید بھیانک صورت اختیار کرلے گی۔

☆ مذہبی منافرت، سیاسی انتشار، صوبائی عصبیت اور طبقاتی کشمکش میں اضافہ ہوگا۔

☆ انتہا پسندی اور دہشت گردی کا جن، جو بوتل سے پہلے ہی باہر نکل چکا ہے، مزید تباہی پھیلائے گا۔

☆ اسلامی شعائر جو معاشرے سے پہلے ہی مٹ رہے ہیں مزید ناپید ہو جائیں گے۔ نتیجتاً بے حیائی، عریانی، فحاشی اور اخلاقی بے راہ روی عام ہو جائے گی۔

☆ ریاستی ادارے مزید کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔ حکومت اور طاقت کے مرکز ومحور ’’خفیہ‘‘ اور سازشی عناصر رہیں گے۔

☆ پاکستان نہ صرف عالم اسلام کی توقعات پر پورا اترنے سے قاصر ہوگا بلکہ عالمی سطح پر بھی

ایک ناکام ریاست کے طور پر جانا جائے گا۔

یہ سارے حالات ملک وقوم کو ایک بھیانک انجام کی طرف دھکیل رہے ہیں۔لہٰذا پاکستان عوامی تحریک ایسے عمل میں کیسے شریک ہوسکتی ہے جس کے نتائج کا تصور کرتے ہی روح کانپ اٹھتی ہے۔

دعوتِ عمل:

درج بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ موجودہ نظام انتخاب ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے یہ نظام انتخاب عوام دشمن مقتدر طبقات کا محافظ ہے اور اسکی موجودگی میں پاکستان میں کسی قسم کی مثبت یا حقیقی تبدیلی آنا ممکن نہیں ہے۔ پاکستان کے جملہ مسائل کی تشخیص کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالیٰ نے ناصر باغ لاہور اور لیاقت باغ راولپنڈی کے عوامی اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''موجودہ نظام انتخاب صرف سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی عیاشیوں کا ذریعہ ہے۔اور غریب عوام کو اپنے مسائل میں الجھا کر مایوسی کے گڑھوں میں دھکیل دیا گیا ہے۔موجودہ نظام انتخاب کے ذریعے گزشتہ 63 سالوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور آئندہ 100 سالوں تک بھی اس نظام کے تحت انتخابات ہوتے رہیں تب بھی تبدیلی نہیں آئے گی''۔اس لیے قوم کو موجودہ غاصبانہ اور کرپٹ نظام کے خلاف منظم جدوجہد کرنا ہوگی۔اس کے بغیر عوامی تقدیر بدلنا ممکن نہیں۔آج ہمیں ریاست یا کرپٹ سیاست میں سے کسی ایک کا چناؤ کرنا ہوگا۔''

آئیں۔اس نظام کی تبدیلی کے لیے عوامی سمندر آپ کا منتظر ہے۔اپنی بساط کے مطابق اس آواز کے ساتھ آواز ملائیں اور اس آواز کو موثر اور عوامی حلقوں تک پہنچائیں۔ہم ملکر اس نظام کو سمندر برد کردیں۔اسی سے روشن مستقبل، ملی غیرت، قومی وقار، بنیادی حقوق، مساوات اور عوامی مسائل کا حل ممکن ہے۔ورنہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اسی ظلم اور جبر پر مبنی نظام کے ہاتھوں پستی رہیں گی۔